بحث و نظر

واقعۂ اصحابِ فیل

جناب میاں محمد شوکت صاحب کا خط

ماہنامہ "ترجمان القرآن" کے اپریل و مئی ۱۹۸۸ء کے شماروں میں "قرآن میں اصحابِ فیل کا واقعہ" کے عنوان سے ادارہ معارفِ اسلامی منصورہ سے جناب محمد رفیق چوہدری صاحب کا مضمون چھپا ہے، جس میں انہوں نے ان لوگوں کے خیالات کی تردید کی ہے جنہوں نے سورۂ فیل کی مفسرین کی متفقہ آرا مجمع علیہ تفسیر سے ہٹ کر یہ تاویل اختیار کی ہے کہ اصحابِ فیل کی بربادی قریش کی سنگ باری اور اس کے پردے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی گئی حاصب (سنگ ریزے برسانے والی تند و تیز ہوا) کے ذریعے ہوئی تھی۔ پرندے سنگ ریزے پھینکنے کے لیے نہیں بلکہ اصحابِ فیل کی لاشیں کھانے آئے تھے۔

مذکورہ بالا نئی تاویل پر صاحبِ مضمون کی گرفت تو ٹھیک ہے لیکن اس تاویل کے قائلین کے خلاف وہ اپنے غیر ضروری جوش و خروش اور غیظ و غضب کے زیرِ اثر اختلاف و تنقید کے حدود و آداب کا لحاظ نہیں رکھ سکے۔ اور انہوں نے مذکورہ تاویل کے قائلین کو ان متجددین کے زمرہ میں شامل کر دیا جو ان کے خیال میں مغرب سے مرعوب ہیں۔ موجودہ دور کی عقلیت پسندی پر ایمان لا کر قرآنی معجزات کا صاف انکار کر دیتے ہیں۔ فرشتوں اور جنوں کو انسانوں سے الگ مخلوق نہیں مانتے۔ آدم علیہ السلام کا بھی ان کے نزدیک کوئی وجود نہیں تھا۔ ان کی رائے میں فرعون اور اس کا لشکر محض سمندر کے مد و جزر کی وجہ سے غرقاب ہوا تھا وغیرہ وغیرہ۔

یہ بات معلوم و مشہور ہے کہ سورۂ فیل کی مذکورہ بالا نئی تاویل سب سے پہلے حضرت مولانا

حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار فرمائی تھی۔ اس پر انہوں نے ایک مفصل اور مبسوط رسالہ لکھا تھا۔ بعدہٗ اگر کسی نے یہ تاویل اختیار کی تو وہ انہی کے متبع ہیں، ورنہ ان خیالات کے اصل بانی مبانی وہی ہیں۔ جناب محمد رفیق چوہدری صاحب نے بھی انہی کے دلائل کو پیش کر کے ان کا رد کیا ہے۔

مولانا فراہی مرحوم و مغفور کی تفسیر سورۂ فیل کو علمی دلائل سے رد کرنا بالکل درست ہے۔ صاحب مضمون کا حق بھی ہے اور ان کی بات درست بھی ہے۔ میں نے مولانا فراہی رحمۃ اللہ علیہ کا وہ رسالہ بغور پڑھا ہے۔ میرے خیال میں اس سورہ کی تفسیر و تاویل وہی درست ہے جو سلف سے چلی آ رہی ہے کہ ابرہہ اشرم کا لشکر طَیْرًا اَبابیل کی سنگ باری سے تباہ و برباد ہوا تھا۔ لیکن تاویل کے اس اختلاف کی بنیاد پر مولانا مرحوم و مغفور کو متجددین کے زمرہ میں شامل کر کے ان کو مذکورہ بالا خلافِ قرآن نظریات کا حامل قرار دینا بہت بڑی زیادتی ہے۔ کسی بڑے سے بڑے عالم کی کسی بھی بات سے علمی انداز میں اختلاف تو کیا جا سکتا ہے اور یہ کام سلف سے خلف تک ہوتا آیا ہے۔ حضرت مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی تفسیر تفہیم القرآن میں سورۃ الفیل کی تفسیر میں مولانا حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ بالا تاویل کو غلط قرار دیا ہے، لیکن خدمتِ قرآن کے سلسلے میں مولانا فراہی رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم خدمات کے اعتراف کے ساتھ اور ان کی علمی جلالتِ شان کے پیش نظر ان کا پورا ادب و احترام ملحوظ رکھتے ہوئے اپنی بات کہی ہے۔

مولانا حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی قابلیت اور معرفتِ کتابِ الٰہی کے متعلق دنیائے اسلام میں عام طور پر یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ وہ اپنی فکری صلاحیت، اجتہادی بصیرت اور قرآن کی معرفت میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ وہ عربی زبان، عربی ادبیات اور عربی علوم و آداب کے ایک زبردست اور فقید المثال عالم تھے۔ ان کے ہم عصر علمائے حق کی گواہی ان کے حق میں یہی ہے کہ مرحوم کتابِ الٰہی کے عاشق تھے، انہوں نے ہر طرف سے منہ موڑ کر، ہر شغل کو ترک کر کے اپنی پوری زندگی کتابِ الٰہی کے لیے وقف کر دی تھی۔ کلامِ مجید کے فہم اور مشکلاتِ قرآنی کے حل میں اللہ تعالیٰ نے ان کو خاص ملکہ عطا فرمایا تھا۔ اور اسی لحاظ سے وہ اس دور کے صحیح معنوں میں ترجمان القرآن تھے۔ سنہ ۱۹۳۰ء میں ان کی وفات پر مولانا سید سلیمان ندویؒ نے مجلہ "معارف" میں ان کو انتہائی

شاندار الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا تھا - اور لکھا تھا کہ اس عہد کا ترجمان القرآن، اس عہد کا ابن تیمیہؒ دنیا سے رخصت ہوا - وہ جس کے فضل و کمال کی مثال بظاہر حال آئندہ عالمِ اسلام میں پیدا ہونے کی توقع نہیں - مولانا عبدالماجد دریا بادی نے ۱۱ فروری ۱۹۳۶ء کے "صدق" میں لکھا کہ علامہ حمیدالدین فراہی اس دور میں علومِ قرآنی کے لحاظ سے امامِ وقت اور تفسیر قرآن میں ایک امتیازی درجہ رکھنے والے تھے - وہ نہ صرف اپنے معاصرین اور متاخرین میں امتیازی درجہ رکھتے تھے بلکہ کہنا چاہیے کہ تاریخ امت میں انہوں نے تفسیر کے بعض نئے اصول دریافت کیے - ان میں سب سے بڑا ان کا فلسفۂ نظمِ قرآن ہے - خدمتِ قرآن کے داعی تو بہت ہیں، لیکن مولانا اپنی دقتِ نظر، عمیق فکر، حکیمانہ ژرف نگاہی، علم و فضل، تبحرادبی اور تقویٰ و طہارت کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ تھے - مغرب کے شیخ تقی الدین ہلالی کہتے ہیں کہ وہ جتنے بھی اہلِ علم سے ملے، ان میں حمیدالدین فراہی کو علم و فضل میں سب سے بلند پایا - اس علمی جلالتِ شان کے ساتھ زہد و ورع عبادت گزاری، پابندیِ شریعت اور تقویٰ و طہارت میں بھی وہ سلفِ صالحین کا نمونہ تھے - ماہنامہ "ترجمان القرآن" میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد بار ان کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے - ملاحظہ ہو ترجمان القرآن جلد ۶، عدد ۶ - مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

"عام طور پر تسلیم کیا گیا ہے کہ متاخرین میں قرآن مجید کے فہم و تدبر کے لحاظ سے بہت کم لوگ اس مرتبے پر پہنچے ہیں جس پر اللہ تعالیٰ نے علامہ فراہیؒ کو سرفراز فرمایا تھا - انہوں نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ کلام اللہ کے معانی میں صرف کیا اور عربی زبان میں ایک ایسی محققانہ تفسیر لکھی جس کی نظیر متقدمین کی تصنیفات میں بھی کم ملتی ہیں"۔

"جس نے چالیس برس تک قرآن مجید کی خدمت کی، جس نے معارفِ قرآنی کی تحقیق میں سیاہ بالوں کو سفید کیا - جس کی تفسیر دل سے عرب و عجم کے ہزاروں مسلمانوں میں تدبر و تفکر فی القرآن کا ذوق پیدا ہوا - جس کی تحریروں کا ایک ایک لفظ گواہی دے رہا ہے کہ وہ قرآن کا عاشق ہے اور اس کے لفظ لفظ پر جان نثار کرتا ہے"۔

اسی طرح مولانا فراہیؒ کی معرکۃ الآرا کتاب الامعان فی اقسام القرآن پر بھی ماہنامہ ترجمان القرآن

میں دل کھول کر داد دی تھی۔ مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کو مولانا فراہیؒ کا بڑا کارنامہ قرار دیا تھا اور تسلیم کیا تھا کہ ان سے پہلے کسی نے "اقسام القرآن" کی گتھی کو اس خوبی کے ساتھ نہ سلجھایا تھا۔۔۔

خط طویل ہو گیا ہے۔ معاملہ چونکہ مجتہد العصر، امام الوقت، خادم قرآن مولانا حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ جیسی مؤدب شخصیت کا تھا۔ اس لیے یہ چند سطور لکھے بغیر رہا نہ جا سکا ورنہ آپ سے زیادہ ان کی عظمت سے کون واقف ہو گا۔

اب آپ دیکھیں جس "ترجمان القرآن" میں خود مولانا السید ابوالاعلیٰ مودودیؒ مولانا فراہیؒ کے متعلق اس طرح کے عقیدت مندانہ خیالات کا اظہار کرتے رہے ہیں جن کا کچھ ذکر اوپر ہوا اس پرچے میں اب ان کو بے بضاعت اور دین سے بے بہرہ متجددین کی فہرست میں شامل کر دینا کس حد تک جائز ہو سکتا ہے۔

سر سید احمد خاں برصغیر ہند میں متجددین کے سرخیل تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ مولانا حمید الدین فراہی ان کی اردو تفسیر کا عربی میں ترجمہ کر دیں۔ مولانا نے جواب دیا کہ میں اس معصیت کے کام میں شریک ہوں مجھ سے اس بات کی کسی کو توقع نہیں رکھنی چاہیے۔

ترجمان القرآن میں چھپنے والے مذکورہ بالا مضمون میں صاحب مضمون نے اسی پر ہی بس نہیں کیا بلکہ بعض فقرے اپنی طرف سے گھڑ کر سورۂ فیل کی نئی تاویل کے قائلین سے منسوب کر دیے اور پھر ان پر خوب لے دے کی ہے۔ مثلاً لکھتے ہیں "اس کے برعکس دور جدید کے بعض لوگ اس واقعہ کی تاویل یوں کرتے ہیں کہ قریش مکہ نے ابرہہ کے لشکر کا باقاعدہ مقابلہ کیا تھا اور پہاڑوں میں مورچے بنا کر گوریلا جنگ لڑی تھی۔ اصحاب فیل پر قریش نے ایسا پتھراؤ کیا کہ ان کے دانت کھٹے کر دیے۔ اس دوران میں تیز آندھی (حاصب) آئی جس نے رہی سہی کسر نکال دی اور ابرہہ کا لشکر تباہ و برباد ہو گیا"

نئی تاویل کے قائلین نے کہیں بھی یہ الفاظ نہیں لکھے اور نہ ہی ان کی کسی عبارت سے یہ مفہوم مترشح ہوتا ہے۔ انہوں نے تو پہاڑوں میں چھپ کر قریش کی سنگ باری کو ایک کمزور مدافعت لکھا ہے اور کہا ہے کہ اتنے بڑے لشکر کو دفع کرنا قریش کے بس کی بات نہ تھی لیکن اس کے باوجود

جو کچھ ان سے بن پڑتا تھا وہ انہوں نے کیا۔ ان کی سنگ باری کے پردے میں اللہ نے حاصب بھیج دی جس نے سنگ ریزوں کی بارش کر کے ابرہہ کے لشکر کا بھرکس نکال دیا۔

آخری بات یہ عرض کرنی ہے کہ ہمارے لکھنے والوں کی طرف سے باربار یہ واویلا اچھا نہیں لگتا کہ جہاں کسی نے اختلاف کیا تو فوراً کہنا شروع کر دیا کہ صاحب اگر فلاں بات جو سلف سے چلی آرہی ہے نہ مانی گئی تو ہمارے ہاتھ کیا باقی رہ جائے گا۔ قرآن اور دین سب مشکوک ہو جائے گا۔ لیکن جناب خدا کا دین اور اس کا قرآن ہمارا محتاج نہیں ہے۔ وہ بہت مستحکم بنیادوں پر قائم ہے۔ ہمارے حضرات کی اس روش کے بعد اجتہاد وغیرہ کی باتیں بے معنی ہیں۔

جواب[1]:۔ از جناب چوہدری محمد رفیق صاحب ادارۂ معارفِ اسلامی منصورہ، لاہور۔

میں عرض کروں گا کہ وہ تمام لوگ جو درج ذیل نظریات رکھتے ہیں میرے نزدیک متجددین اور منکرین حدیث میں شامل ہیں:

۱۔ جو سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید کی طرح مستقل بالذات ماخذِ قانون تسلیم نہیں کرتے۔

۲۔ جو احادیث کو سمجھنے اور جانچنے پرکھنے کے اجتماعی طور پر مسلّمہ اصولوں کو چھوڑ کر اپنے کچھ خود ساختہ اصول رکھتے ہیں اور جن کے ذریعے وہ احادیث کے بہت بڑے ذخیرے کا اعتقاداً اور عملاً انکار کرتے ہیں۔

۳۔ جو اجماعِ امت کے شرعاً حجت ہونے کے منکر ہیں۔

۴۔ جو قرآن مجید میں مذکورہ معجزاتِ انبیاء کی اس طرح تاویل و توجیہہ کرتے ہیں کہ ان کا اعجازی پہلو بالکل ختم ہو جاتا ہے اور وہ عام معمول کے طبعی واقعات یا پھر اتفاقاتِ زمانہ معلوم ہوتے ہیں۔

۵۔ جو اسلامی تعلیمات و احکام کی مسلّمہ تعبیرات سے ہٹ کر ان کی ایسی تعبیریں اور تاویلیں اختیار کرتے ہیں جن کے بعد انہیں جدید عقلیت پسند ذہن کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔

میں یہ بات پورے شرحِ صدر کے ساتھ اور علیٰ وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ واقعہ اصحابِ فیل کی تاویل نو کے اصل موجد اور اس کے پیروکاروں کو میں نے درج بالا گمراہ کن نظریات کا حامل پایا ہے۔ اس لیے میں ان لوگوں کو بھی متجددین اور منکرینِ حدیث کے زمرے میں شمار کرتا ہوں، اگرچہ میں نے اپنے مضمون میں اُن میں سے کسی کا نام نہیں لیا تھا۔

---

[1] ہم نے مناسب یہی سمجھا کہ جس مضمون پر اعتراض ہے اس کے لکھنے والے دوست ہی خود جواب دیں۔ (مدیر)